حضرت مولانا محمد ادریس صاحب

کشف وحی اور الہام کا باہمی فرق

کشف

عالمِ غیب کی کسی چیز سے پردہ اٹھا کر دکھلا دینے کا نام کشف ہے۔ کشف سے پہلے جو چیز مستور تھی اب وہ مکشوف یعنی ظاہر اور آشکارا ہوگئی۔

قاضی محمد اعلیٰ تھانویؒ کشاف اصطلاحات الفنون صفحہ ۱۲۵۴ میں لکھتے ہیں:۔

"الکشف عند اہل السلوک ہو المکاشفۃ و مکاشفہ رفع حجاب را گویند کہ میان روح جسمانی است کہ ادراکِ آں بحواس ظاہری نتواں کرد الخ"

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ:۔

"حجابات کا مرتفع ہونا قلب کی صفائی اور نورانیت پر موقوف ہے۔ جس قدر قلب صاف اور منور ہوگا اسی قدر حجابات مرتفع ہوں گے۔ جاننا چاہیے کہ حجابات کا مرتفع ہونا، قلب کی نورانیت پر موقوف تو ہے مگر لازم نہیں۔

الہام

کسی خیر اور اچھی بات کا بلا نظر و فکر اور بلا کسی سبب ظاہری کے من جانب اللہ قلب میں القاء ہونے کا نام الہام ہے۔ جو علم بطریقِ حواس حاصل ہو وہ ادراکِ حسی ہے اور جو علم بغیر طورِ حس اور طورِ عقل من جانب اللہ بلا کسی سبب کے دل میں ڈالا جائے وہ الہام ہے۔ الہام محض موہبت ربانی ہے۔ اور فراستِ ایمانی جس کا حدیث میں ذکر آیا ہے وہ من وجہٍ کسب ہے اور من وجہٍ وہب ہے۔

کما فی احیاء العلوم ص۱۶ ج۳

کشف اگرچہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے الہام سے عام ہے لیکن کشف کا زیادہ تعلق امورِ حسیہ سے ہے اور الہام کا تعلق امورِ قلبیہ سے ہے۔

وحی

وحی لغت میں مخفی طور پر کسی چیز کے خبر دینے کا نام ہے خواہ وہ بطریقِ اشارہ وکنایہ ہو یا بطریقِ خواب ہو یا بطریقِ الہام ہو یا بطریقِ کلام ہو۔ لیکن اصطلاحِ شریعت میں وحی اس کلامِ الٰہی کو کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ فرشتہ نبی کو بھیجا ہو اور اس کو وحیِ نبوت بھی کہتے ہیں جو انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر بذریعہ القاء فی القلب ہو تو اس کو وحیِ الہام کہتے ہیں جو اولیاء پر ہوتی ہے اور اگر بذریعہ خواب ہو تو اصطلاحِ شریعت میں اس کو رویائے صالحہ کہتے ہیں جو عام مومنین اور صالحین کو ہوتا ہے۔ کشف اور الہام اور رویائے صالحہ پر لغۃً وحی کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر عرفِ شرع میں جب وحی کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے وحیِ نبوت ہی مراد ہوتی ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے قرآن کریم میں باعتبار لغت کے شیطانی وسوسوں پر بھی وحی کا اطلاق آیا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ:۔

وان الشیطین لیوحون الیٰ اولیاءھم۔

وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیطین الانس والجن یوحی بعضھم الیٰ بعض زخرف القول غرورا

لیکن عرف میں شیطانی وسوسوں پر وحی کا اطلاق نہیں ہوتا

وحی اور الہام میں فرق

وحیِ نبوت قطعی ہوتی ہے اور معصوم عن الخطاء ہوتی ہے اور امت پر اس کا اتباع لازم ہوتا ہے اور نبی پر اس کی تبلیغ فرض ہوتی ہے اور الہام ظنی ہوتا ہے اور معصوم عن الخطا نہیں ہوتا کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہیں اور اولیاء معصوم نہیں۔ اسی وجہ سے الہام دوسروں پر حجت نہیں اور نہ الہام سے کوئی حکم شرعی ثابت ہو سکتا ہے حتیٰ کہ استحباب بھی الہام سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

نیز علمِ احکامِ شرعیہ بذریعہ وحی انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے اور غیر انبیاء پر جو الہام ہوتا ہے، سو وہ از قسمِ بشارت یا از قسمِ تفہیم ہوتا ہے۔ احکام پر مشتمل نہیں ہوتا جیسے حضرت مریم علیہا السلام کو جو وحی ہوئی وہ از قسم بشارت تھی نہ کہ از قسمِ احکام اور بعض مرتبہ وحیِ الہام کسی حکم شرعی کی تفہیم اور

افہام کے لیے ہوتی ہے۔

جو نسبت رویائے صالحہ کو الہام سے ہے وہی نسبت الہام کو وحیِ نبوت سے ہے یعنی جس طرح رویائے صالحہ الہام سے درجہ میں کم تر ہے اسی طرح الہام درجہ میں وحیِ نبوت سے فروتر ہے اور جس طرح رویائے صالحہ میں ایک درجہ کا ابہام اور خفاء ہوتا ہے اور الہام اس سے زیادہ واضح ہوتا ہے اسی طرح الہام بھی باعتبار وحی کے خفی اور مبہم ہوتا ہے اور وحی صاف اور واضح ہوتی ہے۔

نیز جس طرح رویائے صالحہ میں مراتب اور درجات ہیں جو شخص جس درجہ صالح اور جس درجہ صادق ہے۔ اس درجہ کا اس کا رویا بھی صالحہ اور صادقہ ہوگا۔ اسی طرح الہام میں بھی مراتب ہیں۔ جس درجہ کا ایمان اور جس درجہ کی ولایت ہوگی اسی درجہ کا الہام ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ:۔

"اگر میری امت میں کوئی مُحَدَّث من اللہ ہے تو وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے"

سو جاننا چاہیے کہ یہ تحدیث من اللہ الہام کا ایک خاص مرتبہ ہے جو خواصِ اولیاء کو حاصل ہوتا ہے جو ان کی زبان سے نکلتا ہے وہ حق ہوتا ہے اور صدق اور وحیِ خداوندی اس کی تصدیق کرتی ہے بلکہ حق جل شانہٗ کی مشیت یہ ہوتی ہے کہ حق کا ظہور اور صدور اسی محدث من اللہ کی زبان سے ہو۔ کما قال اللہ تعالیٰ فی قصۃ موسیٰ علیہ السلام حقیق علی الا اقول علی اللہ الا الحق ط یہ تحدیثِ الٰہی مرتبۂ فاروقیہ ہے۔ اس کے اوپر مرتبۂ صدیقیت ہے اور اس کے اوپر مرتبۂ نبوت ورسالت ہے۔

وحیِ رحمانی اور وحیِ شیطانی میں فرق

اگر وارداتِ قلبیہ کسی امرِ خیر اور امرِ آخرت یعنی حق جل شانہٗ کی اطاعت کی طرف داعی ہوں تو وحیِ رحمانی ہے اور اگر دنیاوی شہوتوں اور نفسانی لذتوں کی طرف داعی ہوں تو وہ وحیِ شیطانی ہے کذا فی خواتم الحکم صـ ۱۵۶ ومدارج السالکین صـ ۲۷ ج ۱

حضراتِ صوفیۂ کرام کا مطلب

جس طرح حق جل شانہٗ نے وحی کو معنیٔ لغوی کے اعتبار سے منقسم قرار دے کر اس کے تحت میں

وحی نبوت اور الہام اور شیطانی وسوسوں کو داخل فرمایا اور الہام کو معنی لغوی کے اعتبار سے الہام فجور اور الہام تقویٰ کی طرف تقسیم فرمایا فالھمھا فجورھا و تقوٰھا اور لفظ "ارسال" معنی لغوی کے اعتبار سے شیطان ہی کے لیے آیا ہے انا ارسلنا الشیطین علی الکفرین

اسی طرح حضرات صوفیا نے نبوت کو بمعنی لغوی لے کر مقسم بنایا۔ یعنی خدا تعالیٰ سے اطلاع پانا اور دوسروں کو اطلاع دینا۔ اس معنی لغوی کو مقسم بنایا اور حضرات انبیاء کی نبوت اور وحی سے شریعت اور اولیاء کی ولایت اور الہام معرفت کو نبوت بمعنی لغوی کے تحت میں داخل فرمایا اور نبوت کے لیے چونکہ تشریع احکام ضروری ہے اور ولایت میں کوئی حکم شرعی نہیں ہوتا۔ اس لیے حضرات صوفیہ نے نبوت و رسالت کا نام نبوت تشریعیہ رکھا اور ولایت کا نام نبوت غیر تشریعی رکھا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شریعت میں نبوت کی دو قسمیں ہیں، ایک نبوت تشریعیہ اور ایک نبوت غیر تشریعی، بلکہ نبوت بمعنی لغوی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اصطلاحی نبوت جس کے لیے تشریع احکام لازم ہے اور نبوت بمعنی لغوی کی دوسری قسم ولایت اور الہام ہے جس سے صرف حقائق اور معارف کا انکشاف ہوتا ہے مگر اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا حتیٰ کہ کشف اور الہام سے مستحب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا اور حضرات صوفیہ نے نہایت واضح طور پر اس کی تصریح کر دی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بالکل بند ہو چکا ہے اور جس قسم کی وحی حضرات انبیاء علیہم السلام پر اترتی تھی وہ بالکل مسدود ہو گئی۔ اب نہ یہ منصب باقی ہے اور نہ کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ اپنے اوپر نبی اور رسول کا لفظ اطلاق کرے نبوت بالکل ختم ہو گئی۔ اولیاء کے لیے نبوت میں سے صرف وحی الہام باقی ہے اور حفاظِ قرآن کے لیے یہ قرآن باقی ہے۔ حدیث میں ہے:۔

من حفظ القران فقد ادرجت النبوة بین جنبیه — جس نے قرآن کو حفظ کر لیا تو اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان نبوت داخل کر دی گئی۔

اور علماء اور خواص امت کو منصبِ رسالت میں یہ حصہ ملا کہ وہ احکامِ شریعت کی تبلیغ کریں، اور فقہاء اور مجتہدین کو منصبِ رسالت سے یہ حصہ ملا کہ کتاب و سنت اور شریعت

کی روشنی میں اجتہاد و استنباط کریں اور غیر منصوص امور کا حکم اصولِ شریعت کے ماتحت رہ کر ٥
خداداد نورِ فہم اور نورِ تقوےٰ سے قرآن اور حدیث سے نکال کر امت کو فتوےٰ دیں، اس
طرح مجتہدین کو تشریعِ احکام کا ایک حصہ عطا ہوا۔ اور یہ بھی تصریح فرمائی کہ جو شخص آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ دعوےٰ کرے کہ مجھ پر اللہ کے یہ احکام اور یہ امر و نواہی نازل ہوئے
ہیں، وہ مدعیٔ شریعت ہے: ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔